بحث ونظر

اسلامی نظامِ وراثت میں عورت کا حصہ

محمد رضی الاسلام ندوی

اسلام کے قانونِ وراثت پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں عورت اور مرد کے درمیان مساوات نہیں برتی گئی ہے، عورت کا حصہ مرد سے کم رکھا گیا ہے۔ یہ اعتراض اسلامی قانونِ وراثت کی حکمت و معنویت کو صحیح طریقے سے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مدیر مجلّہ مولانا سید جلال الدین عمری نے اپنی متعدد تحریروں میں اس موضوع سے بحث کی ہے۔ انھوں نے بہت پہلے ایک مقالہ 'اسلام کا قانون وراثت' کے عنوان سے تحریر کیا تھا، جو اُس وقت کے مشہور علمی مجلّہ ماہ نامہ برہان دہلی (فروری ۱۹۷۶ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی وقیع تصانیف 'عورت- اسلامی معاشرہ میں' (اشاعت ۲۰۱۱ء، ص: ۱۰۵- ۱۰۸) اور 'مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ' (اشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۱۸۵-۲۰۰) میں بھی اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر عالمانہ اظہارِ خیال کیا گیا ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے اسلامی قانونِ وراثت کی حکمت اور بعض صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں کم ہونے کی معقولیت ثابت کی گئی ہے۔ پیش نظر مضمون میں بھی راقم نے بعض پہلوؤں کی مزید وضاحت کی کوشش کی ہے۔ (معاون مدیر)

معترضینِ اسلام کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کے مقابلے میں کم تر حیثیت دی ہے، اسے بہت سے انسانی حقوق سے محروم رکھا ہے اور اسے مرد کا دست نگر اور محکوم بنایا ہے۔ اس کا ایک ثبوت وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اسلامی نظامِ وراثت میں

عورت کا حصہ مرد کا نصف ہے۔ یہ بات اتنے زور شور سے کہی جاتی ہے کہ بعض مسلم دانش وروں کو اس میں معقولیت نظر آنے لگتی ہے اور وہ بڑے ہی معذرت خواہانہ انداز میں اس کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ مرد کا نصف اس زمانے میں متعین کیا تھا جب اس کا کوئی حصہ ہی نہیں تھا اور اسے مستحقِ وراثت ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں عورت پر اسلام کا احسان تھا کہ اس نے میراث میں اس کا کچھ حصہ متعین کیا۔ لیکن آج جب کہ حقوق انسانی اور حقوق نسواں کی تحریکات کے نتیجے میں عورت کو زندگی کے ہر میدان میں مرد کے مساوی تسلیم کرلیا گیا ہے تو وراثت میں بھی دونوں کا حصہ برابر ہونا چاہیے۔

یہ دونوں قسم کے لوگ تقسیم میراث کے سلسلے میں اسلام کی صحیح تعلیمات سے واقف نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظامِ وراثت میں عورت کا حصہ مختلف حالتوں میں مرد سے زیادہ بھی ہے، اس کے برابر بھی اور اس سے کم بھی۔ جن چند حالتوں میں اسے مرد سے کم ملتا ہے ان کی مخصوص حکمتیں ہیں اور وہ عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔

پیش نظر مقالہ میں اس موضوع کا کسی قدر تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔

عورت وراثت سے محروم تھی

دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں عورت اپنے جائز حقِ وراثت سے محروم رہی ہے اور عموماً اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔ مثلاً یہودیت اور ہندومت میں وراثت کا حق دار صرف بڑا لڑکا ہوتا تھا، بیوہ اور لڑکیاں اس کے رحم و کرم پر ہوتی تھیں۔ لڑکا نہ ہوتا تب لڑکیاں میراث پاتی تھیں۔ اولاد نرینہ کی موجودگی میں کسی بھی طرح کی وصیت کا حق نہیں تھا، البتہ اگر وارث لڑکیاں ہورہی ہوں تو جتنی چاہے وصیت کی جاسکتی تھی۔ رومی اور یونانی تہذیبوں میں ابتداء میں وراثت کو وصیت سے متعلق کیا گیا تھا، بعد میں قرابت کو اس کی بنیاد بنایا گیا تو قریب ترین وارث کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں کو محروم کردیا گیا اور اسی بنیاد پر میاں بیوی میں سے ہر ایک، دوسرے کی میراث سے محروم

کردیا گیا۔ یونانی تہذیب میں بھی اولاد نرینہ کی موجودگی میں لڑکیاں میراث میں حصہ نہ پاتی تھیں، اس کی عدم موجودگی میں ہی وہ وراثت کی حق دار ہوتی تھیں[۱]۔ عربوں میں بھی وراثت کا اولین حق دار لڑکا ہوتا تھا، نیز چھوٹے بچوں اور عورتوں کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں:

كان النساء لا يورّثن فى الجاهلية من الآباء، وكان الكبير يرث ولا يرث الصغير وان كان ذكراً[۲]

عہد جاہلیت میں عورتیں میراث میں حصہ نہ پاتی تھیں۔ اسی طرح چھوٹا بچہ مستحق میراث نہ تھا، خواہ وہ لڑکا ہو۔

مفسرین نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

كان أهل الجاهلية لايورّثون النساء والاطفال و يقولون لا يرث الا من طاعن بالرماح وذا دعن الحوزة وحاز الغنيمة[۳]

اہل جاہلیت عورتوں اور بچوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میراث صرف وہی پائے گا جو نیزہ بازی کرسکے، دفاع کرسکے اور مال غنیمت حاصل کرسکے۔

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے:

كانت الوراثة فى الجاهلية بالرجولة والقوة، وكانوا يورثون الرجال دون النساء[۴]

جاہلیت میں استحقاق میراث کی بنیاد مردانگی اور جواں مردی پر تھی۔ وہ صرف مردوں کو میراث دیتے تھے اور عورتوں کو اس سے محروم رکھتے تھے۔

اسلام نے عورت کو مستحقِ وراثت قرار دیا

اس کے برخلاف اسلام نے عورتوں کو سماج میں مردوں کے مساوی حیثیت دی اور انھیں بھی وراثت کا مستحق قرار دیا۔ قرآن کریم نے پوری صراحت اور قوت کے ساتھ اس کا اعلان کیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضاً۔ (النساء:۷)

مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔

اس آیت میں چند نکات قابل غور ہیں:

۱- اجمالی طور سے یہ نہیں کہا گیا کہ میراث میں مردوں اور عورتوں، سب کا حصہ ہے، بلکہ عورتوں کے حصہ کی الگ سے، مستقل طور پر صراحت کی گئی۔ اس سے عہد جاہلیت کے تصور کہ میراث میں عورتوں کا کوئی حصہ نہیں، کی پُر زور تردید اور عورتوں کے مستحقِ وراثت ہونے کی تاکید مقصود ہے۔ مفسّر ابوالسعودؒ فرماتے ہیں:

إيراد حكمهن على الاستقلال دون الدرج في تضاعيف أحكامهم بان يقال للرجال والنساء الخ للاعتناء بأمرهن، والإيذان با صالتهن في استحقاق الارث والمبالغة في ابطال حكم الجاهلية، فانهم ماكانوا يورثون النساء و الاطفال ويقولون انما نرث من يحارب ويذبّ عن الحوزة۔[۵]

احکامِ میراث میں عورتوں کا تذکرہ ضمناً کرنے کے بجائے، ان کے مستحقِ میراث ہونے کو اس آیت میں مستقلاً بیان کیا گیا، تاکہ ان کے معاملے میں دل چسپی کا اظہار ہو اور یہ بتا دیا جائے کہ میراث کے استحقاق میں وہ کسی کے ماتحت نہیں ہیں اور زور دار انداز میں عہد جاہلیت کے رواج کی تردید کر دی جائے، اس لیے کہ اہل جاہلیت وراثت میں عورتوں اور بچوں کا حصہ نہیں لگاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم صرف اسے میراث میں حصہ دیں گے جو جنگ اور دفاع کر سکتا ہے۔

اس آیت سے یہ واضح کر دیا گیا کہ استحقاق میراث کے معاملے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ دونوں اس کے مستحق ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

أي الجميع فيه سواء في حكم الله تعالىٰ يستوون في أصل الوراثة۔[٦]

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم میں سب برابر ہیں۔ اصل وراثت کے معاملے میں ان کے درمیان مساوات ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

إن أهل الجاهلية كانوا يجعلون جميع الميراث للذكور دون الإناث فأمر الله تعالىٰ بالتسوية بينهم في أصل الميراث۔[٧]

اہل جاہلیت کل میراث مردوں کو دے دیتے تھے، عورتوں کو بالکل نہ دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اصل میراث میں ان کے درمیان مساوات رکھی جائے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے:

بيّن تعالىٰ أن الإرث غير مختصّ بالرجال، بل هو امر مشترك فيه بين الرجال والنساء۔[٨]

اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ میراث مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔

۲- یہ صراحت کردی گئی کہ مالِ وراثت چاہے زیادہ ہو یا کم، ہر حال میں عورتیں بھی اس میں سے حصہ پائیں گی۔ عموم کا تقاضا ہے کہ وراثت میں آنے والی وہ چیزیں بھی، جو صرف مردوں کے کام آتی ہیں، انھیں مردوں کے لیے خاص کر کے الگ کرلینا جائز نہیں، بلکہ وہ بھی تقسیم ہوں گی اور عورتیں ان میں سے بھی حصہ پائیں گی۔

علامہ ابوالسعودؒ فرماتے ہیں:

(مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ) وفائدته دفع توهّم اختصاص بعض الاموال ببعض الورثة كالخيل وآلات الحرب للرجال، وتحقيق ان لكل من الفريقين حقاً من كل ما جلّ ودقّ۔[٩]

(مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ) 'مال وراثت کم ہو یا زیادہ' کہنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے یہ وہم دور ہوجاتا ہے کہ بعض اموالِ وراثت بعض وارثوں کے لیے خاص کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً گھوڑے اور آلاتِ جنگ مردوں کے لیے مخصوص ہوں گے، بلکہ یہ کہا گیا کہ وراثت میں چاہے بہت زیادہ مال ہو یا بہت کم، اس میں دونوں فریقوں (یعنی مردوں اور عورتوں) کا حصہ ہے۔

۳- آخر میں نصیباً مفروضاً (مقرّر حصہ) کہہ کر مزید تاکید کردی گئی کہ مال وراثت میں عورتوں کا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی نہ انھیں بالکلیہ محروم کیا جاسکتا ہے۔ عربی قواعد کی رُو سے لفظ 'نصیب' پر دو زبر (نصیباً) اختصاص کی وجہ سے ہے یا مصدر کی وجہ سے، دونوں صورتوں میں تاکید مقصود ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے لکھا ہے:

(نَصِیْباً مَّفْرُوْضاً) نصب علی الاختصاص بمعنی أعنی نصیباً مقطوعاً واجباً لا بدّ لھم من أن یجوزوہ ولا یستأثر بہ، ویجوز أن ینتصب انتصاب المصدر المؤکد کقولہ فریضة من اللہ کانہ قیل قسمة مفروضة۔[۱۰]

نصیباً مفروضاً اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی وراثت میں مردوں اور عورتوں کے حصے قطعی اور لازمی ہیں، ضروری ہے کہ انھیں ان کے حصے دیے جائیں، کسی کو محروم نہ کیا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مصدر تاکیدی ہونے کی وجہ سے منصوب ہو، جس طرح دوسرے مقام پر فریضةً من اللہ منصوب ہے۔ گویا کہا گیا ہے کہ میراث کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض کردہ ہے۔

تقسیمِ میراث کا پیمانہ حصۂ نسواں

اسلام کی جانب سے عورتوں کی مزید عزّت افزائی کا مظہر یہ ہے کہ اس نے تقسیم میراث میں حصۂ نسواں کو اصل پیمانہ قرار دیا اور اس کی نسبت سے مردوں کا حصہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یُوصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ أَوْلاَدِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَیَیْنِ۔ (النساء:۱۱)

تمھاری اولاد کے بارے میں اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

قرآن کی یہ تعبیر قابلِ غور ہے۔ یوں بھی کہا جاسکتا تھا کہ عورت کے لیے مرد کے حصہ کا نصف ہے یا دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر حصہ ملے گا۔ لیکن اس کے بجائے یہ کہا گیا کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ بعض مفسرین نے اس تعبیر کا

سبب مرد کی افضلیت قرار دیا ہے[11]۔ لیکن اس کی کوئی معقولیت نہیں ہے، بلکہ اس کی حکمت یہ ہے کہ قرآن کی نظر میں میراث میں لڑکی کا حصہ اصل ہے، اسی لیے اسے تقسیم میراث کے معاملے میں پیمانہ اور بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس حکمت کی طرف عہد حاضر کے مشہور مصلح اور مفسّر شیخ محمد عبدہؒ نے اشارہ کیا ہے۔ لکھا ہے:

اختير فيها هذا التعبير للإشعار بإبطال ما كانت عليه الجاهلية من منع توريث النساء، فكأنه جعل إرث الأنثىٰ مقرّراً معروفاً، وأخبر أنّ للذكر مثله مرّتين أو جعله هو الأصل في التشريع وجعل إرث الذكر محمولاً عليه يعرف بالإضافة إليه، ولولا ذلك لقال للأنثى نصف حظّ الذكر، واذاً لا يفيد هذا المعنىٰ ولا يلتئم السياق بعده۔[12]

اس جملہ میں یہ تعبیر یہ بتانے کے لیے اختیار کی گئی ہے کہ اہلِ جاہلیت نے عورتوں کو میراث سے محروم کرنے کا جو طریقہ اپنا رکھا تھا اسے باطل قرار دے دیا گیا ہے۔ گویا میراث میں عورت کا حصہ مقرر کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ مرد کو اس کا دوگنا ملے گا، یا عورت کے حصے کو قانونِ میراث میں اصل قرار دیا گیا اور مرد کے حصے کو اس پر محمول کیا گیا، جسے اس کی نسبت سے جانا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ عورت کے لیے مرد کے حصہ کا نصف ہے۔ اس صورت میں یہ مفہوم حاصل نہ ہوتا اور سیاق بھی اس سے مطابقت نہ رکھتا۔

اس بات کو مزید مدلّل کرتے ہوئے شیخ رشید رضاؒ نے لکھا ہے کہ میراث کی دونوں آیتوں (النساء: ۱۱-۱۲) میں تقسیم میراث کی جو صورتیں مذکور ہیں ان میں عورتوں کا حصہ صراحت کے ساتھ پہلے بیان کیا گیا ہے۔[13]

مستحقینِ وراثت میں عورتوں کا تناسب

اسلام میں مستحقینِ وراثت کی جو ترتیب قائم کی گئی ہے اس میں اہم ترین دو ہیں:

(۱) اصحاب الفرائض (۲) عصبہ

اصحاب الفرائض سے مراد وہ لوگ جن کے حصے قرآن، حدیث یا اجماعِ امت

سے متعین کردیے گئے ہیں۔ عصبہ ان وارثوں کو کہا جاتا ہے جو میراث کی اصحاب الفرائض میں تقسیم کے بعد بچے ہوئے حصے کے مستحق بنتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

الحقوا الفرائض بأهلها فما بقی فلأولی رجل ذكر۔[۱۴]	میراث اصحابِ فرائض کے درمیان تقسیم کرو، پھر جو بچ جائے وہ میت کے سب سے قریبی مرد کے لیے ہے۔

(الف) اصحاب الفرائض

اصحاب فرائض بارہ ہیں:

(۱) باپ (۲) دادا (۳) اخیافی (ماں شریک) بھائی (۴) شوہر (۵) ماں (۶) دادی (۷) بیٹی (۸) پوتی (۹) حقیقی بہن (۱۰) علاّتی (باپ شریک) بہن (۱۱) اخیافی (ماں شریک) بہن (۱۲) بیوی۔

ان میں شوہر اور بیوی زوجیت کی بنا پر وارث قرار پاتے ہیں، اس لیے انھیں اصحاب الفرائض سببی کہتے ہیں۔ بقیہ لوگ قرابت ونسب کی بنا پر وارث بنتے ہیں، اس لیے انھیں اصحاب الفرائض نسبی کہا گیا ہے۔

ان میں چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے تقسیم میراث کے معاملے میں عورتوں کو کتنی اہمیت دی ہے اور کتنی فراخ دلی سے ان کا حصہ متعین کیا ہے۔

(ب) عصبہ

عصبہ کی متعدد ذیلی تقسیمیں ہیں:

(الف) عصبہ بنفسہ: وہ مستحق وراثت جس کا میت سے رشتے کے درمیان کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔ مثلاً: (۱) بیٹا یا پوتا وغیرہ (۲) باپ یا دادا وغیرہ (۳) بھائی یا بھتیجا وغیرہ (۴) چچا یا چچازار بھائی وغیرہ۔ یہ سب مرد ہوتے ہیں۔

(ب) عصبہ بغیرہ: یہ وہ عورتیں ہیں جن کا میراث میں حصہ متعین ہے، لیکن اپنے بھائی کی موجودگی میں وہ اس کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اور ان کا متعین حصہ ختم ہوجاتا ہے۔ یہ چار ہیں:

(۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) حقیقی بہن (۴) علاّتی (باپ شریک) بہن

(ج) عصبہ مع الغیر۔ یہ بھی عورتیں ہوتی ہیں جو بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں عصبہ بن جاتی ہیں اور ان کے متعین حصوں کی تقسیم کے بعد بقیہ میراث کی مالک ہوتی ہیں، بہ شرطے کہ ان کا بھائی موجود نہ ہو۔ یہ دو ہیں:

(۱) حقیقی بہن (۲) علاّتی (باپ شریک) بہن

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عصبہ ہونے کے معاملے میں بھی اسلام نے عورتوں کو محروم نہیں کیا ہے، بلکہ انھیں مستحقِ میراث قرار دیا ہے۔

کسی حال میں محروم نہ ہونے والے وارثین میں عورتیں بھی ہیں

مستحقینِ میراث میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو دوسرے وارثین کی موجودگی میں میراث سے بالکلیہ محروم ہوجاتے ہیں، مثلاً بھائی جو باپ کی موجودگی میں محروم رہتا ہے اور بعض لوگ وہ ہیں جو بالکلیہ تو محروم نہیں ہوتے، البتہ ان کا حصہ کم ہوجاتا ہے۔

چھ وارثین ایسے ہیں جو کسی بھی حال میں بالکلیہ میراث سے محروم نہیں ہوتے:

(۱) شوہر (۲) بیٹا (۳) باپ (۴) بیوی (۵) بیٹی (۶) ماں (ان میں سے بیٹا عصبہ میں سے ہے اور بقیہ اصحاب فرائض میں سے)۔

اس فہرست میں اگر تین مرد ہیں تو تین عورتیں بھی ہیں۔

میراث کے متعین کردہ حصے اور ان میں عورتوں کا استحقاق

میراث میں اصحاب فرائض کے جو حصے متعین کیے گئے ہیں ان کے مستحقین میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں تین گنی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل جدول میں پیش کی جارہی ہے:

نمبر شمار	متعین کردہ حصہ	مستحقین	عورتوں اور مردوں کا تناسب
۱	دو تہائی (۲/۳)	(۱) دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں (۲) دو یا دو سے زیادہ پوتیاں (بیٹیاں نہ ہونے کی صورت میں) (۳) دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں (۴) دو یا دو سے زیادہ علاّتی (باپ شریک) بہنیں	۴: صفر
۲	نصف (۱/۲)	(۱) ایک بیٹی (۲) ایک پوتی (بیٹی نہ ہونے کی صورت میں (۳) ایک حقیقی بہن (۴) ایک علاّتی (باپ شریک) بہن (۵) شوہر (اگر متوفیہ کی اولاد نہ ہو)	۱:۴
۳	ایک تہائی (۱/۳)	(۱) ماں (اگر مرحوم کی اولاد اور بھائی نہ ہوں) (۲) اخیافی (ماں شریک) بہن (۳) دو یا دو سے زیادہ اخیافی (ماں شریک) بھائی	۱:۲
۴	چھٹا (۱/۶)	(۱) ماں (اگر مرحوم کی اولاد اور بھائی ہوں) (۲) دادی (۳) پوتی (بیٹی کی موجودگی میں) (۴) علاّتی (باپ شریک) بہن (حقیقی بہن کی موجودگی میں) (۵) اخیافی (ماں شریک) بہن (۶) اخیافی (ماں شریک) بھائی (۷) باپ (اگر متوفیہ کی اولاد ہو) (۸) دادا (مرحوم یا متوفیہ کی اولاد کی موجودگی میں)	۳:۵

۵	چوتھائی (۱/۴)	(۱) شوہر (اگر متوفیہ کی اولاد ہو) (۲) بیوی (اگر مرحوم شوہر سے اولاد نہ ہو)	۱:۱
۶	آٹھواں (۱/۸)	(۱) بیوی (اگر مرحوم شوہر سے اولاد ہو)	۱:صفر

اس جدول سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱- اصحاب فرائض کی حیثیت سے عورتیں سترہ (۱۷) حالتوں میں حصہ پاتی ہیں، جب کہ مرد صرف چھ حالتوں میں مستحق بنتے ہیں۔

۲- سب سے بڑا حصہ (دو تہائی) مردوں میں سے کسی کو نہیں ملتا، جب کہ چار طرح کی عورتیں اس کی مستحق ہوتی ہیں۔

۳- نصف حصہ مردوں میں سے صرف شوہر کو ملتا ہے اور وہ بھی صرف اس صورت میں جب متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو (اور یہ صورت بہت کم پیش آتی ہے)، جب کہ یہ حصہ چار طرح کی عورتوں کو ملتا ہے۔

۴- تہائی حصے کی مستحق دو طرح کی عورتیں ہوتی ہیں اور ایک مرد۔

۵- چھٹے حصے کے مستحق آٹھ افراد ہوتے ہیں، جن میں سے مرد تین ہیں، جب کہ عورتوں کی تعداد پانچ ہے۔

۶- چوتھائی حصہ شوہر بھی پاتا ہے اور بیوی بھی۔ شوہر اس صورت میں جب متوفیہ کی کوئی اولاد ہو، اور بیوی اس صورت میں جب میت کی کوئی اولاد نہ ہو۔

۷- آٹھواں حصہ صرف بیوی کو ملتا ہے، جب کہ متوفی کی کوئی اولاد موجود ہو۔

وہ حالات جن میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہے

تقسیم میراث کے متعدد حالات ایسے ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہوتا ہے اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ وہ حالات درج ذیل ہیں:

۱- میت کے وارثین میں اگر اس کی اولاد بھی ہو اور والدین بھی تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۔ (النساء:۱۱)

اگر میت صاحبِ اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے۔

۲- میت کے اصول (یعنی باپ، دادا وغیرہ) اور فروع (یعنی بیٹا، پوتا وغیرہ) میں کوئی نہ ہو اور اس کا صرف ایک اخیافی (ماں شریک) بھائی یا بہن ہو تو دونوں صورتوں میں اسے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلاَلَةً أَو امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُوَا أَكْثَرَ مِن ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاء فِي الثُّلُثِ ۔ (النساء:۱۲)

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہوا اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے۔

اس آیت میں 'کلٰلة' سے مراد وہ شخص ہے جس کے اصول وفروع میں سے کوئی نہ ہو اور 'اخ' (بھائی) اور 'اخت' (بہن) سے مراد اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن ہیں۔ اس مفہوم پر امت کا اجماع ہے۔

۳- بعض حالات میں حقیقی بہن اتنا ہی حصہ پاتی ہے جتنا حقیقی بھائی مستحق بنتا ہے، مثلاً:

(الف) متوفیہ کے وارثین میں صرف شوہر اور حقیقی بھائی ہو تو شوہر کو نصف میراث ملے گی اور حقیقی بھائی عصبہ ہونے کی بنا پر باقی میراث (نصف) پائے گا۔ اسی طرح اگر اس کے وارثین میں صرف شوہر اور حقیقی بہن ہوں تو دونوں کے درمیان میراث

نصف نصف تقسیم ہوگی۔

(ب) اگر متوفیہ کے وارثین میں صرف شوہر، بیٹی اور حقیقی بھائی ہوتو شوہر کو چوتھائی اور بیٹی کو نصف میراث ملے گی اور حقیقی بھائی عصبہ ہونے کی بنا پر باقی میراث (چوتھائی) پائے گا۔ اسی طرح اگر اس کے وارثین میں شوہر، بیٹی اور حقیقی بہن ہوں تو شوہر کو چوتھائی اور بیٹی کو نصف میراث ملے گی اور حقیقی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہونے کی بنا پر باقی میراث (چوتھائی) کی مستحق ہوگی۔

عورت کا حصہ مرد کا نصف ہونے کی بعض حالتیں

ان صورتوں کے ساتھ جن میں عورت کا حصہ مرد سے زیادہ ہوتا ہے یا اس کے برابر، چند مخصوص حالتیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کا نصف ہوتا ہے۔ انھیں سطور ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱- اگر میت کے وارثین میں صرف اس کے ماں باپ ہوں (کوئی اولاد اور شوہر یا بیوی نہ ہو) تو ماں کا حصہ ایک تہائی ہوتا ہے اور بقیہ (دو تہائی) کا مستحق باپ قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ (النساء:۱۱)

اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوتو ماں کے لیے تہائی حصہ ہے۔

اس آیت میں صرف ماں کے حصے (ایک تہائی) کی صراحت ہے۔ اس سے استنباطی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ باپ کا حصہ دو تہائی ہوگا۔

۲- اگر زوجین میں سے کوئی ایک وفات پا جائے اور دوسرے کو چھوڑ جائے تو عورت یعنی بیوی کا حصہ مرد یعنی شوہر کے مقابلے میں نصف ہوتا ہے۔ اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی اور بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو شوہر نصف اور بیوی چوتھائی حصہ پائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ (النساء:۱۲)

اور تمھاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمھیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمھارا ہے، جب کہ وصیت جو انھوں نے کی ہو پوری کردی جائے اور قرض جو انھوں نے چھوڑا ہو ادا کردیا جائے اور وہ تمھارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کردی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کردیا جائے۔

۳- اگر میت کی اولاد (بیٹے بیٹیاں) ہوں تو ان کے درمیان میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ ہر ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ۔ (النساء:۱۱)

اللہ تمھاری اولاد کے بارے میں تمھیں ہدایت دیتا ہے: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

۴- اسی طرح اگر میت کے بھائی بہن (حقیقی یا علاّتی یعنی باپ شریک) ہوں تو ان کے درمیان بھی میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ ہر مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِن كَانُواْ إِخْوَةً رِّجَالاً وَنِسَاء فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ۔ (النساء:۱۷۶)

اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا۔

عورت کا حصہ کم ہونے کا سبب نظامِ معاشرت میں اس کی مخصوص پوزیشن ہے

ان صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کا نصف ہونے سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حق تلفی کی گئی ہے اور اسے اس کے استحقاق سے کم دیا گیا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ اسلامی نظامِ وراثت پر غائرانہ نظر ڈالی جائے اور اس کے خصائص ذہن میں مستحضر رہیں تو بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ ان صورتوں میں بھی اسے اس کے استحقاق اور احتیاج سے بڑھ کر دیا گیا ہے اور اس کی ادنیٰ سی بھی حق تلفی نہیں کی گئی ہے۔

مذکورہ صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کا نصف ہونے کی بنیادی وجہ اسلامی نظام معاشرت میں اس کی مخصوص پوزیشن ہے۔ اسلامی نظام معاشرت میں کمانے، گھر کا خرچ چلانے اور ماتحت افراد کی مالی کفالت کرنے کی ذمہ داری مرد پر عائد کی گئی ہے، جب کہ عورت کو معاشی جدّ و جہد سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ بچپن میں اس کی کفالت باپ کے ذمے ہے، جوانی میں شادی کے بعد شوہر کے ذمّے اور بڑھاپے میں اولاد کے ذمے۔ وہ جس قدر مال کی مالک بنتی ہے سب اس کے پاس محفوظ رہتا ہے، دوسروں پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری نہیں، لیکن مرد جو کچھ مال حاصل کرتا ہے اسے زیر کفالت افراد پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اس بنا پر یہ بات قرینِ انصاف ہے کہ مرد کا حصہ عورت کا دوگنا رکھا گیا ہے۔ اگر دونوں کا حصہ برابر کر دیا جاتا تو یہ مرد کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔ مفسرین کرام نے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

جعل للذكر مثل حظ الانثيين، وذلك لاحتياج الرجل الى مؤنة النفقة والكلفة ومعاناة التجارة والتكسب وتحمّل المشاق، فناسب ان يعطى ضعفي ما تأخذه الأنثى۔ ۱۵؎

اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا ہے۔ اس لیے کہ مرد کو نفقہ کا بوجھ اور تکلیف، تجارت اور کسب معاش کی دشواری برداشت کرنی پڑتی ہے اور دوسری مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ اسے عورت کے حصے کا دوگنا دیا جائے۔

علامہ رشید رضاؒ نے لکھا ہے:

الحكمة فی جعل حظّ الذكر كحظّ الأنثيين هی أن الذكر يحتاج الی الإنفاق على نفسه وعلى زوجه، فكان له سهمان وأما الأنثى فهی تنفق على نفسها، فان تزوجت كانت نفقتها على زوجها۔[۱۶]

ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ مرد کو اپنے اوپر بھی اور اپنی بیوی پر بھی خرچ کرنا پڑتا ہے، اس لیے اس کے دو حصے ہوئے، جب کہ عورت صرف اپنی ذات پر خرچ کرتی ہے اور اگر اس کی شادی ہوگئی ہو تو اس کا اپنا نفقہ بھی اس کے شوہر پر واجب ہوتا ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں:

''چوں کہ شریعت نے خاندانی زندگی میں مرد پر زیادہ معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے اور عورت کو بہت سی معاشی ذمہ داریوں کے بار سے سبک دوش رکھا ہے، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ میراث میں عورت کا حصہ مرد کی بہ نسبت کم رکھا جاتا''[۱۷]

مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے لکھا ہے:

''وراثت میں لڑکوں کا حصہ اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کے بالمقابل دونا رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے نظامِ معاشرت میں کفالتی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے تمام تر مرد ہی پر ڈالی ہیں۔ عورت پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے۔ مرد ہی بیوی کے نان نفقہ کا بھی ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور وہی بچوں کا بھی کفیل بنایا گیا ہے ... یہ چیز مقتضی ہوئی کہ مرد کو اس کی ذمہ داریوں کے لحاظ سے بعض حقوق میں ترجیح ہو''۔[۱۸]

یہی وجہ ہے کہ جن صورتوں میں مرد کی معاشی ذمہ داریاں کم یا ختم ہوجاتی ہیں ان میں تقسیم میراث کے معاملے میں عورت اور مرد کے درمیان فرق

نہیں کیا گیا ہے۔ مثلاً میت کی اولاد ہو اور اس کے ماں باپ بھی ہوں تو میراث میں ماں اور باپ ہر ایک کا چھٹا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ جس شخص کی اولاد بھی صاحبِ اولاد ہو اس کی معاشی ذمہ داری بڑی حد تک کم یا بالکل ختم ہو جاتی ہیں، اس کی حیثیت بالعموم اپنے پوتوں پوتیوں کے سرپرست کی ہوتی ہے، لیکن اگر میّت کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کا باپ صاحبِ اولاد ہو (یعنی میّت کے بھائی بہن ہوں) تو اس صورت میں اس (یعنی میّت کے باپ) کی معاشی ذمہ داری ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے باپ کا حصہ ماں سے زیادہ رکھا گیا ہے (ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی ملتا ہے)۔

مرد اور عورت کے حصوں میں تفاوت کی بنیاد جنس پر نہیں ہے

اسلامی شریعت میں تقسیم میراث کی بعض صورتوں میں مرد اور عورت کے حصوں میں جو فرق و تفاوت پایا جاتا ہے وہ جنس کی بنیاد پر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بیٹے کے مقابلے میں باپ کا اور بیٹی کے مقابلے میں ماں کا حصہ کم نہ ہوتا۔ مستحقینِ میراث کے حصوں میں فرق و امتیاز کن اصولوں کی بنیاد پر کیا گیا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے عصر حاضر میں عالم عرب کے مشہور دانش ور ڈاکٹر محمد عمارہ نے لکھا ہے:

''میراث میں فرق و امتیاز کی بنیاد مرد و عورت ہونے پر نہیں ہے، بلکہ اس فرق کی بنیاد تین معیاروں اور اصولوں پر ہے:

اول: وارث (خواہ مرد ہو یا عورت) اور میّت مورث کے درمیان درجۂ قرابت ہے۔ لہٰذا یہ قرابت جتنی قریب ہوگی اسی لحاظ سے میراث میں وارث کا حصہ زیادہ ہوگا۔

دوم: نسلوں کے زمانی تسلسل کے تناظر میں وارث ہونے والوں کی نوعیت اور حیثیت ہے، لہٰذا وہ نئی نسلیں جو زندگی کا استقبال کر رہی ہیں، عام طور پر میراث میں ان کا حصہ ان پرانی نسلوں سے زیادہ ہوگا جو زندگی کو الوداع کہنے والی ہیں۔ اس میں وارثین کے مرد یا عورت ہونے کو معیار نہیں بنایا گیا ہے، مثلاً بیٹی ماں سے زیادہ حصہ پاتی ہے،

حالاں کہ وہ دونوں ہی عورتیں ہیں، بلکہ بیٹی باپ سے بھی زیادہ حصہ پاتی ہے۔ اور بیٹا باپ سے زیادہ حصہ پاتا ہے، جب کہ وہ دونوں مرد ہیں۔

سوم: وہ مالی ذمہ داری ہے جسے شریعت دوسروں کی کفالت سے متعلق وارث پر لازم کرتی ہے۔ یہی وہ معیار ہے جو مردوزن کے درمیان تفاوت کا سبب بنتا ہے۔ شریعت میں ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اس لیے کہ یہاں پر (درجۂ قرابت ونسل کی برابری کی حالت میں) مرد وارث اپنی بیوی کی کفالت کا مکلّف ہے، جب کہ وارث ہونے والی عورت کی کفالت اس مرد پر فرض ہے جو اس کا رفیقِ حیات ہے۔ اگر فرق کی ان صورتوں کا موازنہ میراث کی عام حالتوں سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ صورتیں بہت کم ہوتی ہیں‘‘۔ ۱۹

حاصل بحث

خلاصہ یہ کہ اسلامی شریعت میں تقسیم میراث کا نظام مساوات پر نہیں، بلکہ عدل پر مبنی ہے۔ اس میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، کہیں اس کے برابر اور کہیں کم۔ جن صورتوں میں اسے مرد سے کم ملتا ہے ان میں اسلامی نظامِ معاشرت کے وسیع تناظر میں غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی اسے اس کے استحقاق اور احتیاج سے زیادہ دیا گیا ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: د. مصطفیٰ السباعی، المرأۃ بین الفقہ والقانون، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۵ء، طبع چہارم، ص ۱۳-۲۲۔ بحث: تطور حقوق المرأۃ عبر التاریخ

۲۔ طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دارالمعارف قاہرہ، مصر، ۷/۵۹۹

۳۔ فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر، المکتبۃ التوفیقیۃ، قاہرہ، مصر، ۹/۱۶۷

۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۸۷ء، ۵/۷۹

۵۔ ابوالسعود العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، برحاشیہ التفسیر الکبیر

للرازی، المطبعۃ العامرۃ مصر، ۱۳۰۸ھ، ۳/۲۰۴-۲۰۵

۶ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، مؤسسۃ الریان، بیروت، ۲۰۰۷ء، ۱/۵۰۹

۷ حوالہ سابق، ۱/۵۱۲

۸ تفسیر کبیر، ۵/۱۶۷

۹ ارشاد العقل السلیم، (تفسیر ابی السعود) ص ۲۰۵-۲۰۶

۱۰ زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل، طبع مصر، ۱۹۷۲ء، ۱/۵۰۳؛ مزید ملاحظہ کیجیے رازی، التفسیر الکبیر، ۹/ ۱۶۸، تفسیر ابی السعود، ۳/ ۲۰۶۔ علامہ ابوالسعود نے لکھا ہے کہ یہ حال ہونے کی وجہ سے بھی منصوب ہوسکتا ہے۔

۱۱ کشاف، ۱/ ۵۰۵، تفسیر کبیر، ۹/۱۷۹

۱۲ السید رشید رضا، تفسیر المنار، طبع مصر، ۴/ ۴۰۵

۱۳ حوالہ سابق، ص ۴۰۶

۱۴ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من ابیہ وامہ، ۶۷۳۲، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب الحقوا الفرائض بأہلہا الخ، ۱۶۱۵

۱۵ تفسیر ابن کثیر، ۱/۵۱۲

۱۶ تفسیر المنار، ۴/۴۰۶

۱۷ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، طبع دہلی، ۱۹۶۳ء، ۱/ ۳۲۶،

۱۸ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ۲/۲۶۰

۱۹ ڈاکٹر محمد عمارہ، تقریظ بر رسالۂ میراث المرأۃ وقضیۃ المساواۃ از ڈاکٹر صلاح الدین سلطان، اردو ترجمہ بہ عنوان 'عورت کا حق میراث شریعت اسلامی کی روشنی میں' از نورالحق رحمانی، قاضی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲-۱۳

☆☆☆

ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی کی
چند اردو مطبوعات

	کتاب	مصنف	صفحات	قیمت
۱	معرکۂ اسلام و جاہلیت	مولانا صدرالدین اصلاحی	۱۳۷	۹۰
۲	مذہب کا اسلامی تصور	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۵۹۱	۱۰۰
۳	مشترکہ خاندانی نظام اور نظریہ اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۰۲	۴۰
۴	وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۹۲	۴۰
۵	آزادیٔ فکر و نظر اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۲۸	۴۰
٦	قرآن، اہلِ کتاب اور مسلمان	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۹٦	۷۰
۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۰۰	۵۰
۸	اہلِ مذاہب کو قرآن کی دعوت	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۸۴	۴۵
۹	کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی		
۱۰	جرائم اور اسلام	مولانا محمد جرجیس کریمی	۲۲۴	۵۰
۱۱	مسلمانوں کی حقیقی تصویر	مولانا محمد جرجیس کریمی	۱٦۴	۵۵
۱۲	عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت	پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی	۱۳٦	۳۰
۱۳	شیئر بازار میں سرمایہ کاری	ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی	۱۵٦	۴۵

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر-۹۳، علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵